جناب پروفیسر محمد سلیمان اظہر

مغالطوں کا ازالہ

(حضرت عیسیٰؑ تاریخ کے آئینے میں)

ماہنامہ محدث بابت ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ میں ہمارا ایک مضمون "حضرت عیسیٰؑ تاریخ کے آئینے میں" شائع ہوا۔ جسے پڑھ کر ہمارے مسیحی احباب کی پیشانی پر بل پڑ گئے ہیں۔ اور ان کے ماہنامے میں ایڈیٹر کے قلم سے بزعم خود ہماری گزارشات کا جواب دیا گیا ہے، جو تنقید برائے تنقید سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ دراصل انہوں نے ہمارے مضمون کو بغور پڑھے بغیر ہی تنقید کر ڈالی ہے۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ جن باتوں کی تردید میں وہ قلم اٹھا کر ہمیں مورد طعن ٹھہرا رہے ہیں ہم خود اپنے مضمون میں ان کی تردید کر چکے ہیں۔ دوسری بات جس کی جانب محترم نقاد نے دھیان نہیں دیا وہ ہمارے مضمون کا عنوان ہے یعنی ہم مسیح کو قرآن یا انجیل کے آئینے میں نہیں دیکھ رہے تھے بلکہ انہیں تاریخ کے صفحات میں تلاش کر رہے تھے اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۲ کے مطابق ..... "روایتی انداز میں مسیح کی سوانح لکھنا ناممکن ہے صرف ایک ایسی تصویر کی تصویر کشی کی جا سکتی ہے جو مسیحی عوام کے حافظوں میں موجود ہے۔ اس تصوراتی تصویر کی تصویر کس قدر ثقہ ہو سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ہمارا علم مسیح کی زندگی کے حالات کے متعلق اس سے کہیں کم ہے جتنا کچھ ہم پرانے قیصروں اور نئے انعام یافتگان کے متعلق لکھتے ہیں۔" گویا مسیح کے متعلق ہم نے تاریخ سے حاصل ہونے والے اسی محدود علم کی بنا پر وہ مضمون لکھا تھا اور چونکہ تاریخ کے مسیح اور مسیحی عوام کے مذہبی تصورات پر مبنی مسیح میں بعد المشرقین ہے اس لئے پادری صاحب کو ہمارا مضمون ناگوار گزر رہا ہے جس کے لئے ہم ان سے معذرت خواہ ہیں تاہم ان نکات کا جواب دینا اور بعض حقائق کا تفصیلی ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں جنہیں غلط رنگ میں پیش کر کے پادری صاحب نے اپنے تعاقبی مضمون کا تار و پود ترتیب دیا ہے۔

فاضل نقاد کا خیال ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کا ذکر عام اور سوقیانہ انداز میں کیا ہے حالانکہ وہ برگزیدہ شخصیت ہیں۔ ہمیں سیدنا عیسیٰؑ کے برگزیدہ رسول ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ ہی ہم ان کی شان میں گستاخی کا تصور تک کر سکتے ہیں۔ ہمارے بعض فقرات کا تذکرہ کر کے محترم پادری صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے، گویا ہم مسیحؑ کو ایک عام سا انسان سمجھتے ہیں۔

اور ہمارے طرزِ بیان سے انہوں نے غلط مطلب نکال کر دھوکہ دہی کی کوشش کی ہے مثلاً لکھا ہے:

____" اس کے بعد پروفیسر صاحب چند امور کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ مسیح کے متعلق اپنے عناد کا یوں اظہار کرتے ہیں "روپیہ کا لین دین کرنے والوں کی میز اُلٹ دی اور چیخ کر فرمایا۔ خدا کے گھر کو بازار نہ بناؤ۔ حالانکہ انجیل میں چیخ کر فرمانا نہیں آیا بلکہ لکھا ہے۔ ان سے کہا____"

ہم حیران ہیں کہ پادری صاحب کی قوتِ شامہ کس لفظ میں سے بدبو کا احساس دلا رہی ہے، سودی کاروبار کرنے والوں کے خلاف مسیح کی مہم میں وہ کون سا لفظ ہے جو آئینہ دل پر بال لے آیا ہے۔ شاید "چیخ" کا لفظ ہو کیونکہ اس فقرے کے متبادل جو فقرہ پادری صاحب نے ذکر کیا ہے اس میں یہ موجود نہیں ہے۔ اگر ان کے طرز عمل میں "چیخنے" کا ذکر ان سے عناد کا اظہار ہے تو کیا خیال ہے زندہ کلام میں موجود انجیل مرقس کے س ۵۰ پر مسیح کے صلیب پر لٹکنے کے وقت ان کے آخری فقرے کے بارے میں جو یوں ہے____"جب دوپہر ہوئی تو تمام ملک میں اندھیرا چھا گیا۔ اور تیسرے پہر تک رہا۔ اور تیسرے پہر کو یسوع بڑی آواز سے چلایا۔ اِلوہی۔ اِلوہی لما شبقتنی۔ جس کا ترجمہ ہے اے میرے خدا اے میرے خدا۔ اے میرے خدا۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا____" اگر مسیح کے ذکر میں چیخنے کا لفظ استعمال کرنا ان سے بغض اور عناد ظاہر کرتا ہے تو مرقس اس جرم کا پہلے سے مرتکب ہو چکا ہے۔ پادری صاحب فرمائیں کہ مرقس نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا ہے؟

ع چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمہ گویم

ہمیں موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے کہ ہم مسیح کو ایک عام انسان سمجھتے ہیں، لیکن آپ کا مرقس تو مسیح کو ایک عام انسان سے بھی نیچے لے گیا ہے۔ آپ کے خیال کے مطابق مسیح نے جان بوجھ کر دوسروں کے گناہوں کا کفارہ دینے کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کی ہے۔ لیکن سبھی جانتے ہیں کہ عام انسان بھی جو قربانی دے رہے ہوں ہنستے مسکراتے نذرانۂ جان پیش کیا کرتے ہیں، دمِ آخر ان کے لبوں پر مسکراہٹ رقص کیا کرتی ہے وہ رویا اور چیخا چلایا نہیں کرتے۔ آپ کے مرقس کا پیش کردہ مسیح تو چیخ رہا ہے۔ چلا رہا ہے۔ خدا سے بدگمانی کر رہا ہے۔ جب کہ مقامِ عزیمت پر فائز حضرات کسی بھی حال میں اللہ سے شکوہ کناں نہیں ہوتے۔ وہ " ہر کہ از تو آید نکو آید" کے تحت غم کو بھی تحفۂ یار سمجھ کر پلکوں میں سجا لیتے ہیں کہ آخر دیا ہوا تو اسی کا ہے۔ وہ وصالِ یار کے راستے میں آنے والے کانٹوں سے پریشان ہو کر چیخ و پکار نہیں شروع کر دیتے بلکہ انہیں بھی متبرک سمجھ کر دامن میں ڈال لیتے ہیں۔ مرقس کا پیش کردہ مسیح تو ایسا نظر نہیں آتا۔ وہ تو خود ہی قربانی پیش کرنے کا دعویٰ رکھنے

کے باوجود عرصۂ امتحان میں داویلا کیے جا رہا ہے چیخ رہا ہے۔ اللہ سے شکوہ کناں ہے۔ اس سے بدگمانی کا اظہار کر رہا ہے۔ ہم ایسے مسیح کو نہیں مانتے۔ یہ مسیح آپ کو مبارک۔ ہم تو اس شخص کو مسیح مانتے ہیں جو نہ صلیب پر چڑھایا گیا، نہ جان کنی کی کیفیات سے گزرا اور نہ یوں بدگمان ہو کر چیخا چلایا، بلکہ وہ اپنا فریضہ (یعنی آنے والے احمد کی بشارت) پورا کرتے کرتے بحفاظت آسمان پر چلا گیا۔ اور اب اس وقت کا منتظر ہے جب وہ یہود اور عیسائیوں کے غلط تصورات کا تار و پود بکھیرنے کے لئے زمین پر واپس آنے کے حکم کا منتظر ہے۔

ایڈیٹر صاحب نے ہم پر جو اعتراضات کئے ہیں۔ انہی کے الفاظ میں ان میں سے ایک یہ ہے:

"مزید برآں اس مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ مضمون نے صرف انجیل کا انگریزی ترجمہ دیکھا ہے۔ کیونکہ جتنے ناموں کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ ان کا تلفظ اور لہجہ انگریزی ہے۔ مثلاً ہیروڈ۔ نظارتھ۔ کپرنوم۔ میری آف میگڈالا۔ سائمن وغیرہ۔"

محترم نقاد نے اعتراض تو کر دیا ہے کہ صرف انگریزی ترجمہ دیکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ پھر کونسا ترجمہ انہیں قابلِ قبول ہے تاکہ ہم اسے بھی دیکھ لیں۔ کیونکہ دیکھنا تو بہر حال ترجمہ ہی ہے اصل متن موجود ہی نہیں ہے اور شاید مسیحی علماء کو یہ تک معلوم نہیں کہ انجیل اصلاً کس زبان میں تھی؟ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۳ صفحہ ۵۲۲ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواری نسلاً اور مذہباً اسرائیلی تھے اور ان کی مادری و مذہبی زبان عبرانی تھی یا مغربی آرامی" گویا اس بات کا تعین کرنا بھی از حد مشکل ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی زبان کیا تھی اور جس قوم سے وہ جس وقت مخاطب تھے وہ قوم اس وقت کس زبان میں بات کرتی اور سمجھتی تھی؟ خود لفظ انجیل کو عام طور پر یونانی لفظ قرار دیا گیا ہے اور آکسفورڈ ڈکشنری میں یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ انجیل یونانی لفظ anggelos سے مشتق ہے جس کے معنی پیغام بر کے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابتدائی عیسائیوں نے اپنے مذہبی صحیفے نیز مقتدائے دین کے حالات کے لئے جو کتاب لکھی اس کا نام عبرانی کی بجائے یونانی کیوں رکھا۔ اس کا صحیح جواب اس وقت مل سکتا ہے جب ہم پتہ چلا لیں کہ اناجیل اصلاً کس زبان میں تھیں۔ اگر عبرانی میں تھیں اور بعد میں ان کا ترجمہ یونانی میں کیا گیا تو ظاہر ہے کہ کتاب کا نام انجیل نہیں ہو گا جو یونانی لفظ ہے۔ لیکن جس طرح ہمارے پاس اصل عبرانی اناجیل موجود نہیں ہیں اسی طرح اس کا اصل نام بھی ناپید ہو چکا ہے۔ (بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۸)

جس کتاب کا نہ اصل نام موجود ہے نہ اس کا اصل متن موجود ہے اسے پڑھنے کے لئے تراجم

پر ہی انحصار نہ کیا جائے تو۔ ؎ کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا! ______ اور تراجم میں جو حیثیت عیسائیوں کے لئے انگریزی ترجمہ کی ہوگی وہ کسی سے مخفی نہیں ہونی چاہئے۔ ویسے بھی ہم یورپی زبانوں میں سے صرف انگریزی ہی سے کسی حد تک آشنا ہیں۔ باقی یورپی زبانوں کا مسئلہ ہمارے لئے؛
؎ "زبانِ یار من ترکی و من ترکی نمی دانم" والا ہے۔

انجیل کی بات چل نکلی ہے تو ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ذرا اصل انجیل کے درجہ استناد کے متعلق بھی کچھ باتیں ہو جائیں: تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس کتاب کو الہامی کتاب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، ہمارے مسیحی احباب اس کی کیا گت بنا چکے ہیں اور اب ہمیں اس کتاب کو تحقیق کے طور پر پڑھنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔

موجودہ انجیل کے متعلق ہمارے مسیحی دوستوں کا یہ دعویٰ کہ یہ کتاب الہامی ہے۔ خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے اور مسلمانوں کے قرآن نے اس کی تصدیق کر کے اس کے مندرجات کو خود مسلمانوں کیلئے حجت بنا دیا ہے اور اس کی تصدیق کرنا ان کے لئے ضروری قرار دیا ہے، قطعاً بے بنیاد اور مذہبی بد دیانتی کی بدترین مثال ہے۔ کیونکہ جس انجیل کی قرآن نے تصدیق کی ہے وہ کرۂ ارض پر کہیں موجود نہیں ہے۔ اس کا اصل نام اور اصل متن تو ایک طرف، یہ تک معلوم نہیں کہ وہ تھی کس زبان میں، اصل کی عدم موجودگی میں جو کتاب انجیل کے نام سے پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دیا جا رہا ہے وہ نہ تو الہامی ہے، نہ قرآن کی مصدقہ اور نہ ہی مسلمانوں کے لئے اس کے مندرجات حُجت ہیں۔ خود عیسائی محققین اسے ایک غیر ثقہ تاریخی ذخیرہ روایات کے سوا کوئی حیثیت دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد ۳ میں اس موضوع پر وہ بہت کچھ موجود ہے جو اس انجیل کے غیر ثقہ ثابت کرنے کے ضمن میں عیسائی محققین نے لکھا ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ قارئین کے سامنے تصویر کا یہ رخ بھی پیش کر دیا جائے۔

مسیحیوں کے نزدیک آج کل بنیادی طور پر انجیل سے مراد وہ چار کتابیں ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے حالاتِ زندگی، معجزات اور تعلیمات کے متعلق مختلف وقفوں میں لکھی گئیں اور متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن کبھی کبھی پورے عہد نامہ جدید کے لئے بھی انجیل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اسطرح یہ موجودہ بائبل کا حصہ ہے۔ مسیحیت کے ابتدائی زمانے میں بہت سی اناجیل موجود تھیں مگر اتھانیسویس (Athanasius) (371-297ء) کی کوششوں سے کلیسا کے مذہبی پیشواؤں نے مجلس نیقیہ (Nicaea) کے بعد ان میں سے چار اناجیل لے کر باقی ترک کر دیں۔ ان متروک اناجیل کو انگریزی میں Apocyphal یعنی غیر مستند، غیر موثوق اور متروک حصے کہتے ہیں۔ مسیحی ادب میں مندرجہ ذیل اناجیل

کا ذکر ملتا ہے:

انجیل طفولیت منسوب بہ متی۔ انجیل پطرس مروجہ۔ انجیل اول۔ یوحنا مروجہ۔ انجیل دوم یوحنا۔ انجیل اندریاس۔ انجیل فیل بوس۔ انجیل بارتھالوس۔ انجیل اول طفولیت منسوب بہ توما۔ انجیل دوم طفولیت منسوب بہ توما۔ انجیل یعقوب۔ انجیل نیقودیس۔ انجیل متھیاس۔ انجیل مرقس (مصریوں کی) انجیل مرقس مروجہ انجیل برنباس۔ انجیل لوقا مروجہ۔ انجیل متی مروجہ۔ انجیل تھیڈ ٹس۔ انجیل پولوس۔ انجیل لبسی لیڈس یا بازی دس۔ انجیل سرتھس۔ انجیل ابیانی۔ انجیل یہودیہ۔ انجیل مارکیون۔ انجیل ناصرین۔ انجیل ماٹیان۔ انجیل ولن ٹینس۔ انجیل سی تھیئس۔ انجیل اپلس۔ انجیل انکار ٹیٹس۔ انجیل ولادت مریم۔ انجیل جوڈرس۔ انجیل کاملیٹ

ان تمام مذکورہ بالا ادب میں شدید اختلاف ہے۔ ان کے طریق تدوین اور ان کے زمانے کی تعیین پر بھی اتفاق نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے Jewish Encyclopaedia 9:247 اور یہ قطعاً الہامی نہیں ہے، کیونکہ اللہ کے کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ خود عیسائی محققین کو بھی اس کا اعتراف ہے۔

"دراصل عہد نامہ جدید کو مقدس اور الہامی قرار دینے کا تصور عیسویت میں یہودیت سے آیا ہے۔"

(Ency: of Ethics and Religious 2:588)۔

"حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حواریوں کی بائبل فقط عہد نامہ قدیم تھی۔ جہاں تک ہمارا موجودہ علم رہنمائی کرتا ہے، وہ خود اور ان کے حواری عہد نامہ قدیم کو اپنے لئے بالکل کافی خیال کرتے تھے اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بیس سال تک کسی کو نئی کتاب کی تدوین کا خیال نہ آیا اور جب خیال آیا تو عہد نامہ قدیم کا نمونہ پہلے سے موجود تھا۔ اس کو سامنے رکھ کر آہستہ آہستہ انجیل کی ترتیب کا کام شروع ہوا جس نے رفتہ رفتہ عہد نامہ جدید کی صورت اختیار کر لی۔" (New Testament عنوان Ency: Britanica)

ابتدائی مسیحی تاریخ میں اتھانیسوس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ نیقیہ کی مشہور مجلس منعقدہ ۳۲۵ء کا بھی یہ اہم رکن تھا اور اسی کی کوششوں سے فیصلہ ہوا کہ مسیح کی شخصیت جامع الوہیت و ناسوتیت تھی۔ عہد نامہ جدید کی جمع و تدوین میں بھی اس کی جدوجہد بڑی اہمیت رکھتی ہے اس نے ۳۶۷ء میں عہد نامہ جدید کو موجودہ شکل دی اور ۳۸۲ء میں اس کے اجزائے ترکیبی کا قطعی فیصلہ ہوا۔ اس سال روم میں پوپ دماسس Damasus (۳۶۶ء تا ۳۸۴ء) کے ماتحت ایک مجلس کلیسا منعقد ہوئی۔ اس میں عہد نامہ جدید کے لئے اتھانیسوس کی مجوزہ شکل تسلیم کر لی گئی۔ اس تجویز کے مطابق اس کی ہیئت ترکیبی یہ ہے:

اناجیل اربعہ۔ رسولوں کے اعمال۔ پولوس کے تیرہ مکتوب۔ عبرانیوں کے نام کا خط جس کے لکھنے

والے کی تعیین نہیں ہو سکی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خط بھی پولوس کا ہے لیکن محققین کی بڑی تعداد کی رائے میں یہ خط پولوس کے کسی شاگرد کا ہے۔ یعقوب۔ یوحنا۔ پطرس اور یہوداہ کے آٹھ خطوط اور آخر میں مکاشفۂ یوحنا۔ ان کتب و رسائل کو مستند تسلیم کر کے باقی تمام انجیلیں اور خطوط متروک قرار دے دیئے گئے۔

روما میں ۴۸۲ء کی مجلس نے جن کتب کو مستند تسلیم کیا تھا پوپ گلاسیوس (۴۹۲ء-۴۹۶ء) نے ان کی توثیق کی اور باضابطہ طور پر انہیں سند قبول عطا کی۔ دراصل ابتدا میں کوئی ایسا واضح خط نہیں تھا جس کے بعد کوئی صحیفہ عہد نامہ جدید میں شامل کیا جا سکتا اور سمجھا جا سکتا کہ عہد نامہ جدید کا نسخہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس عہد نامے کا معین تصور قائم ہونے میں مزید ایک صدی لگ گئی۔ بعد ازاں مزید دو صدیاں اس طرح صرف ہو گئیں کہ بعض کتابوں کو اس مقدس مجموعے کا جزو بنا دیا جاتا اور بعض کو اس سے خارج کر دیا جاتا تھا۔ یا ایک گروہ ایک مجموعہ بناتا تھا اور دوسرا گروہ اس کے مقابلے میں ایک اور مجموعہ پیش کر دیتا تھا۔ چوتھی صدی کے اواخر میں جا کر ایک مکمل بائیبل کلیسا کے ہاتھ آئی۔ لیکن اس وقت تک بھی سریانی بائیبل نے بھی کوئی معین شکل اختیار نہ کی تھی دراصل ۶۹۲ء میں مسیحی دنیا کے سوادِ اعظم نے ایک مکمل بائیبل پر اتفاق کیا۔ گو آج بھی مختلف گروہوں کی بائیبلوں میں کتب کی تعداد مختلف ہے مثلاً کیتھولک بائیبل ۷۲ کتب پر مشتمل ہے اور پروٹسٹنٹ بائیبل ۶۶ کتب پر۔

مسیحی علماء نے عہد نامہ جدید کے متن کی تصحیح کے لئے گزشتہ صدیوں میں جان توڑ کوشش کی ہے اس تلاش و تحقیق سے امید تھی کہ اناجیل کے کسی ایک متن پر ہمیشہ کے لئے اتفاق ہو جائے گا لیکن نتیجہ برعکس نکلا۔ مشہور جرمن ڈاکٹر مِیل نے عہد نامہ جدید کے چند نسخے جمع کر کے مقابلہ کیا تو ۳۰ ہزار اختلافات شمار کئے۔ جان جیمس اور بطلسطین نے مختلف ملکوں میں پھر کر متقدمین کی نسبت بہت زیادہ نسخے بچشم خود دیکھ کر جب مقابلہ کیا تو دس لاکھ اختلافات شمار کئے۔ یہ اختلافات زیادہ تر قراءت و کتابت کے ہیں لیکن ان میں بکثرت ایسے اہم اختلافات بھی ہیں جن سے حق و باطل اور اصلی و غیر اصلی عبارات اور مضامین کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ بعض حصے الحاقی ہیں اور کہیں کچھ حصے کم ہیں۔ کہیں عبارت کو بدل دیا گیا ہے۔ نسخوں کے ان اختلافات نے متن انجیل سے تعلق رکھنے والے متعدد مشکل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کا قطعی نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی ہے۔ مل (MILL) نے ۱۷۰۷ء میں اور ویٹ شٹائن Wetstein نے ۱۷۵۱ء میں بڑی تحقیق و تدقیق سے ثابت کیا ہے کہ عہد نامہ جدید میں بڑی زبردست اور اہم تحریف ہوئی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا بائیبل پر مقالہ نگار لکھتا ہے کہ "مل اور ویٹ شٹائن نے ہمیشہ کے لئے ثابت کر دیا ہے کہ عہد نامہ جدید میں جو اختلافات ہیں جن میں سے بعض

بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں، بالکل آغاز ہی میں پیدا ہو گئے تھے " اور پادری ہارن Horne نے اپنی مشہور کتاب دیباچہ علوم بائیبل ۲ : ۳۱۷ میں تحریف بائیبل کی وجوہ کا بھی عالمانہ انداز میں ذکر کر کے موجودہ بائیبل کے غیر الہامی تحریف شدہ اور شخصی تصنیفات ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

قارئین کرام! دورِ جدید میں الہامی کتاب کے طور پر پیش کی جانے والی انجیل کی سرگذشت آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہر معقول انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس میں موجود حالات و واقعات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے اور مسلمان جس انجیل کی تصدیق کرتے ہیں، اس کا عیسائیوں کی موجودہ انجیل سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ شاید پادری صاحب فرمائیں کہ مسلمانوں کی تصدیق شدہ انجیل کہاں ہے؟ ہم عرض کریں گے کہ اللہ نے اپنی کتابوں کو اسی وقت تک باقی رکھا جس وقت تک ان کی ضرورت تھی۔ جب ضرورت کا زمانہ ختم ہو گیا وہ کتابیں اللہ نے خود بخود دنیا سے اٹھا لیں۔ انجیل کا وقت بھی چونکہ ختم ہو چکا ہے اسلئے اصل انجیل اب تختۂ ارض پر کہیں موجود نہیں ہے۔ جب ضرورت ہی نہیں تو وجود کے کیا معنی؟ چونکہ ہم موجودہ انجیل کو اصلی نہیں مانتے نہ اسے الہامی سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس کے مندرجات (جو باہم اختلافات سے پُر ہیں) ہمارے لئے قطعاً حجت نہیں ہیں اور نہ ہی قرآن ہم سے اس نقلی اور تحریف شدہ انجیل کی تصدیق کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

ایک جگہ پادری صاحب اعتراضات کی تعداد بڑھانے کے لئے لکھتے ہیں :

"پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں کہ یہودی روایات کے مطابق یوسف و مریم کے گھر ان کی مقاربت سے پہلے کلمۃ اللہ کے ذریعے آپ کی پیدائش ہوئی۔ (پادری صاحب نے اس پر اعتراض یہ کیا ہے) کلمۃ اللہ کے ذریعے نہیں بلکہ آپ کی پیدائش روح القدس کی قدرت سے ہوئی اور قرآن مجید میں بھی لکھا ہے :

"وایّدنٰہ بروح القدس" پادری صاحب نے مجھے تو طعنہ دیا ہے کہ میں قرآن و انجیل سے ناواقف ہوں۔ لیکن اپنا مبلغ علم ان سے اوجھل ہے ان کی انجیل لوقا میں ہے " مریم نے فرشتہ سے کہا، یہ کیونکر ہو گا جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی۔ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی اور اس سبب سے وہ مولود مقدس خدا کا بیٹا کہلائے گا"
(زندہ کلام صـ۵۲)

ان فقرات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی ولادت خدا تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہوئی۔ روح القدس تو محض ایک واسطہ تھا۔ لیکن پادری صاحب اپنی انجیل کے علی الرغم کہے جا رہے ہیں کہ مسیح کی ولادت روح القدس کی قدرت ہے۔ اللہ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ شاید اب پادری صاحب ایک میں

تین، تین میں ایک والی بحث شروع کر دیں گے ، جس سے زیادہ فضول ترین بحث دنیا میں شاید ہی کوئی ہو۔

قارئین کرام ! آیئے اب میں آپ کو اس بات سے آگاہ کروں جس کے باعث جناب پادری صاحب نے منکر احکام خدا، منکر قرآن، منکر انجیل، توہین مسیح اور مرزا غلام احمد قادیانی کی شاگردی کے تمغے اس بندۂ عاجز کے سینے پر آویزاں کر دیئے ہیں اور ساتھ ہی ماہنامہ محدث کو بھی اپنی قلمی سخاوت سے نواز دیا ہے۔ وہ بات محدث کے ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ کے شمارے میں میرے شائع ہونے والے مضمون سے پادری صاحب نے اپنے رسالے "کلام حق" گوجرانوالہ جنوری ۱۹۷۸ء کے ص ۷۔ ۸ پر یوں درج کی ہے۔

میری تحریر اور پادری صاحب کا اس پر رواں تبصرہ آپ ملاحظہ فرمایئے۔ میں نے لکھا تھا :۔

"ایک فرانسیسی کو مصر سے ۸۳ء کی ایک تحریر ملی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام مصر کے دوران مسیح نے کسی طبی ادارے میں داخلہ لے لیا تھا اور اس فن میں اتنے کامل ہو گئے تھے کہ اپنے اساتذہ کو بھی حیران کر دیا۔ اس بات کو ہمارے ایک متجدد نے بھی بیان کیا ہے تاکہ آپ کے معجزات کی عقلی توجیہ کی جا سکے۔ اس قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں اس دور میں جادو اور شعبدے کا بھی بڑا رواج تھا۔ اور آپ نے اس میں بھی کمال حاصل کر لیا اور آپ کا پرندہ وغیرہ بنا کر زندہ کر کے اڑانا در اصل شعبدہ بازی تھا۔ (قرآن نے موسیٰ اور جادوگروں کے ضمن میں جادو شعبدے اور معجزے کے فرق کو بیان کر دیا ہے")

قارئین یہ ہے میری تحریر، جو محدث اور مسیحی ماہنامے دونوں میں شائع ہوئی ہے۔ آپ اسے بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ آیا میں مسیح کے معجزات کو معجزات قرار دینا چاہتا ہوں یا شعبدہ بازی۔ میں نے تو جس انداز میں ذکر کیا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ میں ان لوگوں کی آراء کی تردید کرنا چاہتا ہوں جو حیلوں بہانوں سے معجزات کی عقلی توجیہ کر کے ان کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں تو معجزات انبیاء کا قائل ہوں اور ان کی عقلی توجیہہ کرنے والوں کا مخالف ہوں اور انہی کی تردید میں یہ پیراگراف میں نے لکھا تھا۔ لیکن قصور فہم وعقل کے باعث پادری صاحب نہیں سمجھ سکے یا محض تنقید کے جوش میں انہوں نے سمجھنا نہیں چاہا اور مجھے معجزات مسیح کا منکر قرار دے کر قرآن کا بھی منکر بنا دیا۔ اور جس بات کی میں تردید کر رہا تھا، وہ میرا موقف قرار دے کر بڑی تند و تیز تنقید بایں الفاظ کر ڈالی :۔

" شکر ہے فاضل مضمون نگار نے قرآن کا نام بھی لیا ہے۔ لیکن مسیح کے جس معجزے کا ذکر قرآن میں ہے اسے شعبدہ بازی کہنا کچھ عجیب سا ہے ...... اگر مسیح کے نام کی کوئی قدر و منزلت آپکے

دل میں نہیں تو خدا کے حکم کی لاج ہی رکھ لیجئے جس کے حکم سے آپ (بلحاظ قرآن) اس مٹی کے پرندہ کو زندہ کرتے تھے۔ لیکن یہ شخص قرآن مجید میں بیان کردہ معجزات کو شعبدہ بازی کہتا ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں۔ اور کیا فتویٰ ہے اس ماہنامہ محدث کے بارے میں جو نہ صرف ایسے کفر آمیز مضامین شائع کرتا ہے بلکہ ایسے مضمون لکھنے والے پروفیسر صاحب کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کرتا ہے" مزید لکھتے ہیں" معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مضمون نگار نے مرزا قادیانی سے بھی استفادہ کیا ہے" دیکھی بعد" مرزا قادیانی کی شاگردی کا صاحبِ مضمون نے ایک اور ثبوت یہ دیا ہے......... ۔ ہم حیران ہیں کہ کس بات نے مزاجِ یار اس قدر برہم کر دیا ہے۔ ہم نے تو کہیں یہ نہیں لکھا کہ مسیح نعوذ باللہ شعبدے باز تھے۔ بلکہ ہم نے تو ایسی رائے رکھنے والوں کی تردید میں درج بالا پیراگراف لکھا تھا لیکن پادری صاحب پہلے ایک بات خود سے تخلیق کر کے ہماری مرضی کے علی الرغم ہمارے عقائد کے طور پر باور کرانا چاہتے ہیں اور پھر خود ہی اس پر ہماری تردید میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ:

؎ وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے

مسیح کا مصلوب ہونا اور صلیب پر انہیں موت آنا مسیحیت کا بنیادی عقیدہ ہے۔ انجیلوں میں یہی لکھا ہے کہ مقدمہ چلانے کے بعد مسیح کو صلیب پر لٹکا دیا گیا اور ایک دفعہ وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ قرآن کریم اس کی نفی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مسیح کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ہی صلیب پر لٹکایا گیا۔ ہم نے اپنے گذشتہ مضمون میں اس بات کا ذکر کیا تھا۔ انجیل چونکہ ایک تحریف شدہ کتاب ہے جس کے مختلف نسخوں میں اختلافات کی تعداد خود عیسائی محققین دس لاکھ تک شمار کر چکے ہیں، اس لیے مسیح کے مصلوب ہونے کے بارے میں انجیل کی شہادت ناقابل اعتبار ہے۔ ہم نے گذشتہ مضمون میں ان امکانات کا ذکر کیا تھا جن کے باعث عیسائیوں کو شبہ ہوا کہ مسیح صلیب پر لٹکا دیئے گئے ہیں۔ وہ امکانات ہمارے نظریات نہیں تھے نہ ہی ہمیں اس ضمن میں اپنے نظریات قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن نے واضح انداز میں فرما دیا ہے" وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" یعنی انہوں نے مسیح کو قتل کیا نہ سولی دیا بلکہ (یہ کام) ان کے لیے مشتبہ بنا دیا گیا۔

ہم نے تو عیسائیوں کا شبہ دور کرنے کے لیے چند امکانی صورتیں پیش کی تھیں مثلاً لکھا تھا کہ "مسیح کو رات کے وقت اندھیرے میں باغ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مسیحؑ کی بجائے کسی اور شخص کو گرفتار کر لیا ہو۔ گرفتار کرنے والے آپ کو شکل سے نہیں پہچانتے تھے۔ یہوداہ نے دور ہی سے نشان دہی کی ہو گی۔ غلط طور پر گرفتار ہونے والا لاکھ شور مچائے کہ میں مسیح نہیں تھی

لیکن اس شور کو کیا اہمیت دی گئی ہو گی ـــــــ" اس پر پادری صاحب لکھتے ہیں :

"واضح رہے کہ مسیح کی بجائے کسی شخص کی گرفتاری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہوداہ نے دُور سے نشان دہی نہیں کی تھی بلکہ اس نے کہا تھا کہ جس شخص کا بوسہ لوں وہی مسیح ہے ـــــــ" ہمارے بیان کردہ امکانات اور اس پر پادری صاحب کے تبصرے پر غور کرنے سے ہمارے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے۔ وہ یہ کہ آخر یہوداہ کو مسیح کی نشان دہی کی ضرورت کیوں پیش آئی، یہودی سرداروں نے از خود ہی یہ قدم کیوں نہ اٹھا لیا، انہیں یہوداہ کو اس معاملے کے عوض معاوضہ دینے کی کیا ضرورت تھی ؟ یہ سوالات ہمارے ذہن میں اس لئے ابھرے ہیں کہ مسیح کسی غیر معروف شخصیت کا نام نہیں تھا، نہ ہی وہ اہل یروشلم کے لئے اجنبی تھے۔ یہودی سردار اور یروشلم کے عوام و خواص ان سے شخصی طور پر بخوبی متعارف تھے۔ کیونکہ آپ جب بھی یروشلم آتے تو یہودی کاہنوں سے ان کے دو بدو مناظرے ہوتے، جن میں عوام کی کثیر تعداد بھی شریک ہوتی۔ مسیح یروشلم میں چل پھر کر تبلیغ کرتے اور عوام کے ہجوم ان کے آگے پیچھے چلتے تھے۔ راہ نورد آپ کے گرد بڑے بڑے ہجوم دیکھ کر پوچھتے کہ یہ کون ہیں ؟ ہیکل میں جاتے تو آپؑ کے گرد ہجوم ہو جاتا جن کے سامنے آپؑ اپنی تعلیمات پیش کرتے۔ یہ تفصیلات اناجیل میں بھی موجود ہیں۔ اس پس منظر میں یہ کہنا کہ آپؑ کی گرفتاری کے لئے یروشلم کے یہودی سرداروں کو آپ کے کسی خاص شاگرد کو خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہو جو آپؑ کی نشان دہی کر سکے بالکل غلط ہے۔ یا تو مسیح ایک غیر معروف آدمی تھے یروشلم کے لوگ ان کے چہرہ شناسا نہیں تھے جو نشان دہی کے لئے ایک شاگرد کو خرید کیا گیا۔ اور اگر آپ معروف و مقبول آدمی تھے تو خرید و فروخت کا یہ انجیلی افسانہ بے بنیاد ہے۔ پادری صاحب فرمائیں کہ ان کے نزدیک کون سی صورت ٹھیک ہے ؟ میرے خیال کے مطابق اس دلدل سے نکلنے کا ایک ہی ذریعہ ہے، وہ یہ کہ قرآن کے فرمان کو تسلیم کر لیا جائے کہ مسیح کو صلیب پر چڑھایا ہی نہیں گیا۔

دوسرا امکان ہم نے یہ ذکر کیا تھا ـــــــ "مسیح دبلے پتلے تھے۔ وہ صلیب کی لکڑی خود اٹھا کر صلیب گھر تک نہیں لے جا سکتے تھے۔ ایک اور شخص کو اس کام پر متعین کیا گیا۔ وہ آپ کے ساتھ لکڑی اٹھا کر اوپر لے گیا۔ لوگ پیچھے رہ گئے۔ صلیب گھر کے جلاد نے دیکھا کہ حسب دستور مجرم صلیب لئے آ رہا ہے۔ اس نے موٹے آدمی کو مجرم سمجھا کیونکہ مجرم خود ہی صلیب اٹھا کر لے جاتا تھا۔ اب اسے صلیب پر لٹکانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، وہ شور مچا رہا ہے کہ میں تو معاون تھا، مجرم یہ ہے۔ لیکن اس شور پر کون یقین کرے گا ـــــــ" اس پر پادری صاحب یوں تبصرہ کناں ہیں :

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب قرآن اور انجیل سے قطعاً ناواقف ہیں اور نہ حکومت کے انتظام سے آگاہ ہیں کہ موت کی سزا پانے والے ملزم کے بارے میں حکومت کے کارندے کتنے محتاط اور چوکنے ہوتے ہیں۔ اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی حکومت کے بارے میں یہ لکھنا کہ مسیح کی جگہ کسی موٹے آدمی کو صلیب دے دیا گیا۔ وہاں اندھیر نگری چوپٹ راجہ نہیں تھا۔"

انجیل میں اس موٹے آدمی کا نام بھی موجود ہے، لکھا ہے "جب باہر آئے تو انہوں نے شمعون نامی ایک کرینی آدمی کو پاکر اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے۔" (زندہ کلام ص ۳۲، انجیل متی)۔

لیکن پادری صاحب کا کہنا ہے کہ غلط آدمی کو صلیب پر اس لئے نہیں لٹکایا گیا کہ دنیا کی اس سب سے بڑی حکومت میں اندھیر نگری چوپٹ راجہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس اناجیل میں اس حکومت کی جو تصویر پیش کی گئی ہے وہ تو اندھیر نگری کی ہی غمازی کرتی ہے۔ آخر مسیح کا کیا جرم تھا جو آپ کیلئے صلیب کی سزا تجویز کر دی گئی۔ رومی حاکم پیلاطوس کے سامنے آپ کے مقدمے کی جو تفصیلات اناجیل میں ملتی ہیں ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح مجرم نہیں تھے اور خود رومی حاکم بھی اس بات کا قائل تھا کہ مسیح نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی بنا پر وہ واجب القتل ٹھہرتے ہوں۔ وہ انہیں چھوڑنا چاہتا ہے، اس کی بیوی آپ کی سفارش کرتی ہے۔ لیکن پھر بھی آپ کو صلیب کی سزا سنا دی گئی۔ کیوں؟ اس لئے کہ یہودیوں کا مطالبہ تھا کہ اسے صلیب پر لٹکا دیا جائے۔

قارئین! غور فرمائیں، اگر ایک ہجوم حکومت وقت سے یہ مطالبہ نعرہ بازی کی صورت میں شروع کر دے کہ فلاں شخص کو پھانسی دے دی جائے۔ حکومت کے پاس اس کے کسی جرم کا کوئی ثبوت نہ ہو اور محض اس ہجوم کے کہنے پر ایک بے گناہ کی جان لے لے تو کیا آپ اس صورت حال کو اندھیر نگری چوپٹ راجہ کے سوا کوئی اور نام دینے کو تیار ہوں گے؟ جو حکومت مظاہرین کے مطالبے پر اپنی تسلی کئے بغیر کسی بے گناہ کو سزائے موت کا حکم سنا سکتی ہے کیا اس کی عملداری میں ایسا شخص پھانسی نہیں پا سکتا جو دستور کے مطابق صلیب کی لکڑیاں اٹھا کر صلیب گھر کے جلاد تک پہنچتا ہے۔ جلاد کو اس بات سے کیا غرض کہ کس نے کیا جرم کیا ہے، اس نے تو صلیب پر لٹکانا ہے اور دستور یہ ہے کہ سزا پانے والا ملزم خود ہی لکڑیاں اٹھا کر اس کے پاس پہنچتا ہے۔ وہ مسیح سے شخصی طور پر واقف بھی نہیں ہے کیونکہ اس کا پیشہ اس طرح کا ہے کہ وہ عوام میں گھل مل کر نہیں رہ سکتا۔ وہ صرف اپنی ڈیوٹی کی جگہ مقید رہتا ہے۔ وہ دستور کے مطابق لکڑیاں اٹھا کر آنے والے کو مجرم سمجھ کر صلیب پر چڑھانا جانتا ہے اور یہاں بھی اس نے یہی کیا ہے۔ بہرحال یہ بھی ایک امکان ہے۔ ہمارا نظریہ نہیں ہے۔ ورنہ سیدھی سی بات ہم یہی جانتے ہیں